www.ataunnabi.blogspot.com
مصنفینِ صحاحِ ستّہ
کے حالات
مؤلف
مولانا محمد حشمت علی رضوی مصباحی
ناشر
فروغِ اسلام فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ: 1471) (نیپال)۔
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
www.izharunnabi.wordpress.com

اردو زبان میں اپنے موضوع پر منفرد کتاب

مصنفین صحاح ستہ
کے
حالات

مؤلف

مولانا محمد حشمت علی رضوی مصباحی

سرلاہی، نیپال

ناشر

تنظیم فروغ اسلام فاؤنڈیشن (نیپال) شاخ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

کتاب کا نام	:	مصنفینِ صحاحِ ستہ کے حالات
مرتب	:	محمد حشمت علی رضوی مصباحی (نیپال)
تقریظ	:	حضرت مولانا مفتی محمد ناظم علی مصباحی استاذ الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
نظر ثانی	:	حضرت مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی استاذ الجامعہ الاشرفیہ
کمپوزنگ	:	محمد عاقب حسین مصباحی (لوہردگا، جھارکھنڈ)
اشاعت اول	:	بموقع عرس حضور حافظ ملت و جشن دستار فضیلت ۱/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ /۱۱/ مارچ ۲۰۱۶ء
تعداد	:	1000
صفحات	:	48
ناشر	:	فروغ اسلام فاؤنڈیشن نیپال (بیل بانس پوسٹ: مہندر بازار، ضلع سرلاہی نیپال)

ملنے کے پتے:

(۱) نوری کتاب گھر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
(۲) فیضی کتاب گھر، سیتامڑھی، بہار
(۳) رضا لائبریری نیپال (الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)
(۴) مجتبیٰ فاؤنڈیشن، سیتامڑھی، (الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)
(۵) مکتبہ حافظ ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ

فہرست

تہدیہ

جلالۃ العلم ابو الفیض حضور حافظ ملت علاّمہ شاہ عبدالعزیز
محدث مراد آبادی
بانی الجامعۃ الاشرفیۃ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی،
محبوب الاولیا شیخ المشایخ داتا گدا علی شاہ،
رحم علی شاہ
اور
بہار علی شاہ علیہم الرحمہ۔
محبوبان بارگاہ الٰہی حضور حنیف ملت، حضور نذیر ملت
اور
شیر سرلاہی حضرت علاّمہ مفتی محمد عین الحق رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (بریلی شریف)۔
اور
جملہ مشایخ سلاسل اربعہ اور اکابر علمائے اہل سنت و جماعت کے نام جنھوں نے دین اسلام کی آبیاری اور ترویج و اشاعت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔

گدائے اولیا
محمد حشمت علی رضوی مصباحی

شرف انتساب

میں اپنی اس پہلی کاوش کو اپنے والد محترم جناب محمد مسلم انصاری مرحوم اور والدہ محترمہ مقیمہ خاتون اور اپنے تمام اساتذۂ کرام اور محبین اقربا کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کی خصوصی دعاؤں اور توجہات کے سبب میں کسی لائق بنا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر العباد

محمد حشمت علی رضوی مصباحی

بیل بانس، مہندر بازار، سرلاہی (نیپال)

تقریظ جلیل

ادیب شہیر، محقق عصر، استاذی الکریم حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد ناظم علی مصباحی
استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

نبیٔ اکرم ﷺ کی حدیث مبارک چوں کہ مذہب اسلام کے ماخذ میں ایک اہم ماخذ ہے جس پر دین اسلام کی بنیاد قائم ہے؛ اس لیے اس کے حفظ واتقان اور جمع و تالیف کا غایت درجہ اہتمام کیا گیا، محدثین کرام نے سیکڑوں کتابیں لکھیں۔ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سوطی علیہ الرحمہ نے ”جمع الجوامع“ میں پچاس سے زائد کتب کی نشاندہی فرمائی، ان میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت صحاح ستہ کو حاصل ہوئی، جن میں صحت و قوت کے اعتبار سے جس کو سب پر فوقیت حاصل ہے وہ جامع صحیح بخاری ہے یہاں تک کہ یہ مقولہ تقریباً متفق علیہ ہے ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری“ اگرچہ بعض حضرات نے صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دی اور بعض دونوں کو ایک درجہ میں رکھتے ہیں مگر صحیح یہی ہے کہ صحت و قوت کے اعتبار سے جامع صحیح بخاری کو سب پر فوقیت حاصل ہے، یہ بات صرف موازنہ کی حد تک ہے ورنہ صحیحین اپنی نظیر آپ ہیں، یہاں تک کہ فن حدیث میں بخاری و مسلم کی رفعت شان کے پیش نظر امام بخاری و مسلم کو حدیث کا شیخین کہا جاتا ہے جیسے کہ فقہ میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و قاضی شرق و غرب سیدنا امام ابو یوسف رحمہا المتعال کو شیخین کہا جاتا ہے۔ ان کتابوں کی اہمیت و جامعیت کے پیش نظر ان کی طرف عوام و خواص کا رجوع کثرت سے رہا، عالم اسلام کے اہم علمی دانش کدوں میں صحاح ستہ سے اخذ و اکتساب کا

سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ صحاح ستہ کے جامعین کی جلالت کے پیش نظر تذکرہ نگاروں نے ان کے سوانح و تراجم اور ان کے روشن حیات کے زریں نقوش کو قلم بند فرمایا۔

ملک کی عظیم ترین درسگاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے لائق و فائق فاضل جناب مولانا محمد حشمت علی مصباحی نے استاذ العلما، جلالۃ العلم، ابوالفیض سیدنا سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عرس سراپا قدس کے مبارک موقع پر کتب صحاح ستہ کے مصنفین کی روشن حیات کو قلم بند فرما کر کتب صحاح ستہ کی عظمت شان روشن فرمایا ہے۔ مولا عزوجل اپنے حبیب سید عالم ﷺ کے صدقے ان کی اس قلمی کاوش کو قبول فرمائے اور مزید قلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے! اور دیگر حضرات کو بھی اس کا جذبہ و حوصلہ عطا فرمائے، جامعہ اشرفیہ کے علمی فیضان کو عام و تام فرمائے اور صبح قیامت تک اس علمی گلشن کو سر سبز و شاداب رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ افضل الصلاۃ واکمل التسلیم۔

محمد ناظم علی
خادم جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

محمد ناظم علی
خادم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی

تاثر

حضرت مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی
استاد: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

یقیناً اسلاف شناسی ایک نعمت ہے۔ جو قوم اپنے اسلاف اور ان کے تابندہ نقوش کو فراموش کر دیتی ہے، رفتہ رفتہ تاریخ بھی اس قوم کو فراموش کر دیتی ہے۔ زیر نظر کتاب "مصنفین صحاح ستہ کے حالات" اسی سلسلہ اسلاف شناسی کی ایک کڑی ہے۔

محب گرامی قدر مولانا محمد حشمت علی مصباحی صاحب نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں کس قدر کتب بینی اور محنت و جاں فشانی کا مظاہرہ کیا، اس کا اندازہ ذی علم قارئین کرام مطالعہ کے بعد بخوبی لگا سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح عربی میں رواۃ و محدثین کے مبسوط حالات و کوائف موجود ہیں، اردو میں بھی ان عظیم نفوس قدسیہ کے مبسوط و مفصل حالات لکھے جائیں تاکہ ان عظیم ہستیوں کا فیضان عام سے عام تر ہو۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس اولین خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم.

محمد اظہار النبی حسینی
خادم التدریس الجامعۃ الاشرفیہ

محمد اظہار النبی حسینی

خادم التدریس الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

عرض حال

قرآن کریم اور احادیث شریفہ، شریعت کے دو اہم سرچشمہ ہیں۔ان ہی دونوں سے چمن شریعت کو ہر زمانے میں بہار ملتی رہی ہے۔ قرآن کریم میں حکم شرع کی تبلیغ سے متعلق اجمال کی رعایت کی گئی ہے جس کی تفصیل احادیث طیبہ میں ملتی ہے۔ ورنہ قرآن کریم کی ضخامت موجودہ صورت سے کئی گنا ہوتی۔احادیث طیبہ کی کتب متداولہ یوں تو بے شمار ہیں لیکن ان میں جن کو مقبولیت عامہ اور شہرت تامہ نصیب ہوئی وہ کتب صحاح ستہ ہیں، جو اپنی افادیت کے لحاظ سے ہر زمانے میں مرکز توجہ بنی رہیں اور گردش ایام نے ان کی اہمیت وفضیلت کو کبھی بھی متاثر نہ کیا۔ یہ چھ کتابیں صحیح احادیث کا وہ مجموعہ ہیں جن کو ذخیرہ کرنے اور ضبط تحریر میں لانے کے لیے ان کتابوں کے مصنفین نے بڑی عرق ریزی ،جانفشانی اور پیہم جدوجہد کا مظاہرہ کیا۔

آج دنیا کتب صحاح ستہ کے نام سے تو واقف ہیں لیکن ان کے مصنفین کے اسمائے گرامی ،حالات وکوائف ،موطن ومسکن وغیرہ آج بھی صیغۂ راز اور پردۂ خفا میں ہیں۔جن سے عوام کو روشناس کرنا یقینا ان جلیل القدر مصنفین کی دینی خدمات کے اعتراف میں ایک خراج عقیدت ومحبت ہے۔انھیں جذبات کے پیش نظر بموقع عرس حافظ ملت اور جشن دستار فضیلت ہم نے اس رسالے کو ترتیب دیا اور نہ جانے کیسی کیسی مشقتوں اور صعوبتوں کے مراحل کو جو یقیناً کسی راہ پر خار سے کم نہ تھے،راہ گلزار سمجھ کر میں نے طے کیا۔

اس کتاب کی تالیف میں ہمیں کس قدر مشقت کا سامنا کرنا پڑا یہ حرف اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ مصنفین کے حالات سے متعلق تصنیف کردہ

کتب کی تلاش و جستجو ایک اہم مرحلہ ہو تا ہے جس میں کافی دوڑ دھوپ اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے، پھر ان کتب سے اخذ شدہ مواد کو جامعیت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر رقم کرنا، بعد ازیں پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ کے مراحل بھی طے کرنے ہوتے ہیں۔ یقیناً کئی روز کی جہد مسلسل اور شب بیداری کرنے کے بعد ہم نے اس رسالے کو سکون بخش اور معلومات افزا بنانے کی بھرپور کوشش کی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ان ارباب علم وفن کا ذکر نہ کیا جائے جن کا اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں بڑا تعاون رہا اور جنھوں نے اپنے مفید مشوروں اور دعاؤں سے نواز کر بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، ان کے اسمایہ ہیں:

اولاً: سراپا سپاس ہوں جامع معقولات و منقولات حضرت مولانا مفتی ناظم علی مصباحی مدظلہ العالی استاد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کا کہ انھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر اس پوری کتاب کا سرسری جائزہ لیا اور تقریظ جلیل رقم فرما کر اس کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا۔

ثانیاً: حضرت مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں جنھوں نے ہمیں تصنیف و تالیف جیسے دشوار گزار راہ طے کرنے کا حوصلہ دیا۔ نیز اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس کتاب کو از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا اور بیش قیمت اصلاحات فرما کر قابل استفادہ بنایا۔

ثالثاً: حضرت مولانا محمد معراج احمد مصباحی (نیپال) جنھوں نے مصنفین صحاح ستہ کے حالات قلم بند کرنے کی صلاح دی۔ حضرت مولانا رکن الدین مصباحی، محمد حسین مصباحی، حضرت مولانا تحسین رضا مصباحی ابن ابوالحقانی اور حضرت مولانا عبدالغنی برکاتی وغیرہ نے بھی مزید مشوروں سے نوازا۔

رابعاً: وہ احبا اور اقربا جن کا اس کتاب کے سلسلے میں ہمارا خصوصی تعاون رہا، ان کے اسمایہ ہیں:

(۱)مولانا محمد فصیح الرحمٰن مصباحی ویشالوی (۲) مولانا محمد عاقب حسین مصباحی (لوہردگا، جھارکھنڈ) (۴) مولانا محمد مجاہد الاسلام مصباحی (نیپال) (۵) مولانا محمد ارشاد عالم مصباحی مظفرپوری (۶) مولانا محمد تنویر عالم مصباحی (جھارکھنڈ) (۷) مولانا محمد نظام الدین مصباحی (نیپال) (۸) مولانا محمد صفدر علی مصباحی (جھارکھنڈ) (۹) مولانا محمد افتخار احمد مصباحی (جھارکھنڈ) (۱۰) مولانا محمد فرحان خان مصباحی الہ آبادی (۱۱) مولانا محمد معین الدین مصباحی (کولکاتا) (۱۲) مولانا محمد کلام مومن مصباحی (نیپال) (۱۳) مولانا محمد اصغر علی مصباحی (سیتامڑھی) (۱۴) مولانا حامد رضا مصباحی (نیپال) (۱۵) بھائی محمد رحمت علی واحمد انصاری (۱۶) مولانا توقیر جمالی و محمد زاہد حسین انصاری (نیپال)۔

اخیر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے اس کتاب کو مقبولِ عام فرمائے اور ہمارے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

گدائے حافظ ملت

محمد حشمت علی رضوی مصباحی (نیپال)

درجۂ فضیلت، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اعتذار

رسالہ کی ترتیب وطباعت میں صحت کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، پھر بھی بتقاضائے بشریت غلطیاں اور خطائیں ممکن ہیں؛ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو براہِ کرم احقر کو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے۔

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

مصنفین صحاح ستہ نے جن راویوں سے روایتیں کی ہیں ان کے مختلف اقسام وطبقات ہیں، اسی کے اعتبار سے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر اور ایک کتاب کو دوسری کتاب پر فضیلت وبرتری حاصل ہے، ان اقسام وطبقات کو ہم مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

راویانِ حدیث کے پانچ طبقے ہیں

(۱) قوی الضبط کثیر الملازمۃ یعنی جس راوی کا حافظہ بہت قوی ہو اور انھوں نے سفر و حضر میں اپنے شیخ کی صحبت زیادہ پائی ہو۔

(۲) قوی الضبط قلیل الملازمۃ یعنی ان کا حافظہ تو قوی ہو، لیکن شیخ کی صحبت زیادہ نہ پائی ہو۔

(۳) قلیل الضبط کثیر الملازمۃ یعنی جن کا حافظہ کمزور ہو، البتہ شیخ کی صحبت زیادہ پائی ہو۔

(۴) قلیل الضبط قلیل الملازمۃ یعنی حافظہ کمزور ہو اور صحبتِ شیخ کا موقع بھی کم ملا ہو۔

(۵) الضعفاء والمجاہیل، اسی کو بالفاظ دیگر "قلیل الضبط قلیل الملازمۃ مع الجرح" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

انہی پانچ طبقات کے لحاظ سے صحاح ستہ کا درجہ متعیّن کیا گیا ہے:

(۱) چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں کسی بھی حدیث کو لینے کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ صحیح کے شرائط پر پوری اترتی ہو۔ نیز مذکورہ طبقات خمسہ میں سے صرف پہلے طبقہ کی احادیث کو مستقلاً ذکر کرتے ہیں، البتہ دوسرے طبقہ کی احادیث کبھی کبھی محض بطور استشہاد آتے ہیں۔

حافظ مقدسی رحمہ اللہ نے تو یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ صرف ان راویوں کی روایت لاتے ہیں جن کے ثقہ ہونے پر پوری امت کا

اتفاق ہو، لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے؛ یہی وجہ ہے کہ امام حازی رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بخاری کے اسّی (۸۰) رواۃ ایسے ہیں جن کے اوپر کسی نہ کسی نے کلام کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں نصب الرایہ)

بخاری شریف کے بارے میں عام ذہن یہی ہے کہ حدیث غریب اس میں نہیں، حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ اس کی پہلی حدیث "إنماالاعمال بالنیات" اور سب سے آخری حدیث "كلمتان حبيبتان الخ" بھی غریب ہے۔

(۲) امام مسلم رحمہ اللہ بھی صحیح حدیث ذکر کرنے کا التزام کرتے ہیں، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں تین اعتبار سے نرم ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کے برخلاف دوسرے طبقہ کے راویوں کی حدیث بلا تکلف لاتے ہیں اور تیسرے طبقہ کی روایت تائیداً ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں حدیث معنعن کی صحت کے لیے راوی اور مروی عنہ کے درمیان لقاوسماع ضروری ہے، اس کے بغیر روایت اخذ نہیں کرتے، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ اس قسم کی حدیث کی صحت کے لیے محض راوی کا مروی عنہ کے معاصر ہونا کافی قرار دیتے ہیں، تیسرا فرق یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ راویوں پر جرح ونقد کے سلسلہ میں نرم ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ بعض ان راویوں سے بھی روایت نقل کی ہے جن سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترک کر دیا ہے اور اسی وجہ سے بخاری کے مقابلہ میں متکلّم فیہ راویوں کی تعداد صحیح مسلم میں ایک سو اسّی (۱۸۰) ہے۔

(۳) امام نسائی رحمہ اللہ پہلے تین طبقوں کی روایت کو مستقلاً لاتے ہیں۔

(۴) جب کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ تینوں طبقوں کے ساتھ بطور استشہاد طبقہ رابعہ کی بھی روایات لاتے ہیں۔

(۵) امام ترمذی چوتھے طبقے کی روایات مستقلاً اور بعض جگہ پانچویں طبقے کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

(۶) ابن ماجہ نے ان پانچوں طبقوں کی روایات بلا تکلف اور مستقلاً ذکر کی ہیں۔

☆☆☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۴ھ ــــ ۲۵۶ھ

امام بخاری اپنے پیش روائمہ کی آرزو، اساتذہ کا فخر اور معاصرین کے لیے سراپا رشک تھے۔ ان کے زمانے میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی کا فن حدیث میں چرچا تھا، لیکن جب آسمانِ علمِ حدیث پر امام بخاری کا سورج طلوع ہوا تو تمام محدثین ستاروں کی طرح چھپتے چلے گئے۔ صحیح مجرد میں سب سے پہلے انھوں نے مجموعہ حدیث پیش کیا اور پھر صحیح البخاری کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سبب تالیف:- عہد صحابہ و تابعین میں تدوین احادیث کا اہتمام نہیں تھا، جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنے ضبط صدر اور حافظہ پر قوی اعتماد تھا، البتہ تبع تابعین کے عہد میں تدوین حدیث کا عام رواج ہو چکا تھا اور متعدد جلیل القدر محدثین نے مجموعۂ احادیث ترتیب دے رکھے تھے، ان کتابوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی "کتاب الآثار" امام مالک رحمہ اللہ کی "موطا"، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد بہت شہرت یافتہ تھی، لیکن اس وقت حدیث کے موضوع پر جس قدر کتابیں معرض وجود میں آئی تھیں، ان میں سے کسی کتاب میں صرف احادیث صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ان میں شاذ، منکر، مدلس اور معلل ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی تھیں، اس وقت اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا مجموعۂ احادیث ترتیب دیا جائے، جس میں صرف احادیثِ صحیحہ کو جمع کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری سے کہا: "کاش! تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کو اسانیدِ صحیحہ کے ساتھ جمع کر لو تاکہ صحیح مجرد کا مجموعہ تیار ہو جائے"۔

اسی زمانہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے پنکھا جھل کر مکھیاں اڑا رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو دفع کریں گے۔ اس تعبیر کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث صحیحہ جمع کرنے کا پختہ عزم کر لیا اور بے انتہا جدّو جہد کے بعد "صحیح البخاری" کی تصنیف فرمائی[1]

ولادت وسلسلۂ نسب: -ناصر الاحادیث النبویہ و ناصر المو ارث المحمدیہ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی ۱۳/ شوال ۱۹۴ھ میں ماوراء النہر کے مشہور شہر "بخارا" میں پیدا ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی عظیم محدث اور ایک صالح بزرگ تھے[۲]۔ ابن حبان نے ان کو طبقہ رابعہ کے ثقہ راویوں میں شمار کیا۔ امام ذہبی نے "تاریخ اسلام" میں اور امام بخاری نے "تاریخ کبیر" میں ان کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔ انھیں امام مالک، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید جیسے یکتائے روزگار اور نادر المثال حضرات سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہوا اور یحیٰ بن جعفر بیکندی، نصر بن حسین اور عراقیوں کی ایک بڑی جماعت نے ان سے احادیث کا سماع کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد خوش حال اور دولت مند تھے اور جس قدر مال دار تھے اتنے ہی پرہیز گار تھے۔ احمد بن حفص کہتے ہیں کہ میں ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم کی موت کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھا، وہ کہنے لگے: میرے پاس جس قدر مال ہے اس میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں ہے۔[۳]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جدّ امجد مغیرہ بن بروز جعفی مجوسی تھے اور اس زمانہ میں بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسی نسبت سے جعفی کہلائے

(1) مرقاۃ المفاتیح جلد:۱، ص:۱۳، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

(۲) تہذیب التہذیب، شہاب الدین حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ

(۳) ارشاد الساری، شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ ج:۱، ص:۳۱

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جعفی اسی سبب سے کہا جاتا ہے۔[1]

تعلیم:- ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر دس ۱۰/ سال کو پہنچی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے دل میں علم حدیث کی تحصیل کا ذوق و شوق پیدا کر دیا اور آپ نے بخارا کے درس حدیث میں داخلہ لے لیا۔ علم حدیث کو آپ نے انتہائی کاوش اور محنت و مشقت سے حاصل کیا، متن کو محفوظ رکھا اور سند کے ایک ایک راوی کو ضبط کیا، حتیٰ کہ ایک سال بعد متن حدیث پر عبور اور اس کی سند کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات اساتذہ بھی آپ سے اپنی تصحیح کرتے تھے۔

بچپن کا ایک حیرت انگیزواقعہ: ایک مرتبہ آپ کے استاد داخلی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا: "حدثنا سفیان عن ابی زبیر عن ابراھیم"۔ آپ نے عرض کیا: ابوالزبیر کی ابراہیم سے کوئی روایت نہیں ہے۔ استاد نے ناراض ہو کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تہدید کی، آپ نے کہا: اگر آپ کے پاس اصل ہے تو اس میں دیکھ لیجیے۔ استاد نے اصل کی طرف رجوع کر کے کہا: اچھا پھر بتلاؤ یہ روایت کس طرح ہے۔ آپ نے عرض کیا: "حدثنا سفیان عن زبیر بن عدی عن ابراھیم" اور بتلایا کہ یہ لفظ ابی الزبیر نہیں زبیر بن عدی ہے۔ استاد حیران رہ گئے اور انھوں نے بھری مجلس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین فرمائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یوں ہی تیزی اور مہارت سے علوم دینیہ حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ سولہ سال کی عمر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک، وکیع اور دیگر اصحاب ابی حنیفہ کی کتابوں کو ازبر کر لیا تھا۔[2]

اساتذہ:- آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں: بخارا میں (۱) محمد بن سلام بیکندی (۲) عبداللہ بن محمد جعفی مسندی (۳) محمد بن عروہ (۴) ہارون بن اشعف، بلخ میں (۵) مکی بن ابراہیم یحییٰ بن بشر الزاھد۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ، ج:۱، ص:۹

(۲) ھدی الساری حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ج:۲، ص:۲۵۰

مرو میں (۶) علی حسن بن شقیق ابدان (۷) معاذ بن اسد (۸) صدقہ بن فضل۔
نیشاپور میں (۹) یحییٰ بن یحییٰ بشیر بن حکم (۱۰) اسحاق بن راہویہ۔
رے میں (۱۱) حافظ ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ۔
اور بغداد میں (۱۲) محمد بن عیسیٰ، شریح بن نعمان اور معلیٰ بن منصور وغیرہم

تلامذہ:-امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانہ میں بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند اور بخارا علوم اسلامیہ کے مرکز قرار دیے جاتے تھے۔ان شہروں میں امام بخاری بارہا گئے اور بے حساب لوگوں کو احادیث املا کرائیں۔ بخارا سے لے کر حجاز تک امام بخاری رحمہ اللہ کے تلامذہ کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ملا علی قاری ہروی اور امام شہاب الدین قسطلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری سے ایک لاکھ اشخاص نے روایت کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعداد و شمار ان کے تلامذہ کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے تلامذہ کا اجمالاً ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں[۱]: امام بخاری کے مشائخ میں عبداللہ بن مسندی، عبداللہ بن منیر، اسحاق بن احمد سرمدی اور محمد بن خلف بن قتیبہ نے ان سے روایت کی ہے۔

معاصرین میں سے ابو ذرعہ، ابو حاتم رازیان، ابراہیم حربی، ابو بکر بن ابی عاصم، موسیٰ بن ہارون جمال، محمد بن عبداللہ مطین، اسحاق بن احمد بن زیرک فارسی، محمد بن قتیبہ بخاری اور ابو بکر بن امین نے امام بخاری سے روایت کی ہے۔ اکابرین میں سے حافظ صالح بن محمد، مسلم بن حجاج، ابوالفضل احمد بن سلمہ، ابو بکر بن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی، ابو عبدالرحمٰن نسائی اور ابو عیسیٰ ترمذی نے امام بخاری سے روایت کی ہے۔

جن لوگوں نے باقاعدہ شاگردی اختیار کی اور امام بخاری کا اعتماد حاصل کیا ان کے اسماء یہ ہیں:- (۱) عمر بن بجیری (۲) ابو بکر بن ابی الدنیا (۳) ابو بکر بزار (۴) حسین بن محمد بتائی (۵) یعقوب بن یوسف بن حزام (۶) عبداللہ بن محمد ناجیہ (۷) سہل بن شاذویہ بخاری (۸) عبداللہ بن واصل (۹) قاسم بن زکریا مطرز (۱۰) ابو قریش محمد بن

(۱) مقدمہ فتح الباری، ص:۴۹۲

جمعہ (۱۱) محمد بن سلیمان بانندی (۱۲) ابراہیم بن موسیٰ جوہری (۱۳) علی بن عباس ابو حامدی اعمشی (۱۴) ابوبکر احمد بن محمد بن صدقہ بغدادی (۱۵) اسحاق بن داؤد (۱۶) حاشد بن اسماعیل بخاری (۱۷) محمد بن عبداللہ بن جنید (۱۸) محمد بن موسیٰ (۱۹) جعفر بن محمد نیشاپوری (۲۰) ابوبکر بن داؤد (۲۱) ابوالقاسم بغوی (۲۲) ابومحمد بن صاعد (۲۳) محمد بن ہارون حضرمی (۲۴) حسین بن عالمی بغدادی۔

تصانیف:- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اکثر حصّہ احادیث کی تلاش میں گذرا ہے اور انھیں کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع بہت کم ملا ہے۔اس کے باوجود انھوں نے امت کی رہنمائی کے لیے متعدّد یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر حضرات نے جو امام بخاری کی تصانیف شمار کی ہیں، وہ یہ ہیں:- (۱) الجامع الصحیح (۲) التاریخ الکبیر (۳) التاریخ الاوسط (۴) التاریخ الصغیر (۵) کتاب الضعفاء (۶) کتاب الکنی (۷) الادب المفرد (۸) جزء رفع یدین (۹) جزء القراءۃ خلف الامام (۱۰) کتاب الاشربہ (۱۱) کتاب الھبہ (۱۲) کتاب العلل (۱۳) برالوالدین (۱۴) الجامع الکبیر (۱۵) التفسیر الکبیر (۱۶) المسند الکبیر (۱۷) خلق افعال العباد (۱۸) قضایا الصحابہ والتابعین (۱۹) کتاب الوحدان (۲۰) کتاب المبسوط (۲۱) کتاب الفوائد (۲۲) اسامی الصحابہ (۲۳) کتاب الرقاق۔[1]

وصال:- بخارا سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سمرقند جانے کا قصد کیا، ابھی سمرقند سے کئی منزل دور تھے کہ آپ کو خبر ملی کہ اہل سمرقند آپ کے بارے میں دو رائے ہوگئے ہیں، یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں "خرتنگ" نامی بستی میں پہنچے، یہاں آپ کے کچھ رشتہ دار بھی تھے تو آپ نے وہیں عارضی طور پر اس وقت کے لیے قیام فرمانے کا ارادہ کرلیا جب تک کہ باشندگان سمرقند کوئی اخیر فیصلہ نہ کرلیں۔ پیہم حوادث و شورش نے امام بخاری کے صبر کا پیمانہ لبریز کردیا۔ دنیا سے اکتا گئے، ایک رات تہجد کی نماز کے بعد سوز قلب سے یہ دعا کی: "اللھم!قد ضاقت علیَّ الا رض بما

(۱) سیرت البخاری، ص:۱۹۹، مطبوعہ نشریات اردو بازار، لاہور

رحبت فاقبضنی إلیک "۔ترجمہ:"اے اللہ! زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی؛ لہٰذا مجھے اپنی جانب اٹھالے"۔[1]

چند دن کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ بیمار پڑ گئے۔ اسی اثنا میں سمرقند سے قاصد آیا کہ آپ سمرقند تشریف لے چلیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سمرقند جانے کے لیے آمادہ ہوگئے مگر سمرقند کے قاصد کے ساتھ ساتھ فرشتۂ اجل بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوچکا تھا۔ سمرقند جانے کے لیے اٹھے، موزے پہنے، عمامہ باندھا، آپ کے میزبان غالب بن جبریل بازو پکڑ کر سواری تک لے چلے، بیس ۲۰/ قدم چلے ہوں گے کہ فرمایا: "مجھے چھوڑ دو! مجھ پر ضعف و نقاہت طاری ہوگئی ہے"۔ غالب بن جبریل کا بیان ہے کہ ہم نے چھوڑ دیا، کچھ دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے، لیٹتے ہی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔ وصال کے بعد جسم اطہر سے خوب پسینہ نکلا، کفن پہناتے وقت تک نکلتا رہا، آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے تین کپڑوں میں کفن دینا جس میں نہ کرتا ہو یعنی سلا ہوا، نہ عمامہ، اسی کے مطابق عمل ہوا۔ تقریباً تیرہ دن کم باسٹھ سال کی عمر میں ہفتہ کے دن یکم شوال کی رات ۲۵۶ھ میں وصال پائے۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر اس گنجینۂ کرامت کو دفن کر دیا گیا۔

صحیح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ و سننه و ایامه" رکھا تھا اور اب یہ بخاری شریف کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ صحیح بخاری کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ مسندہ ہیں اور آپ نے انھیں احادیث کی صحت کا التزام کیا ہے، یہاں تک کہ اس صحیح کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا درجہ ملا۔ ان کے علاوہ جو تعلیقات، متابعت، شواہد، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ فتاویٰ کے احکام ذکر کیے ہیں وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ

(۱) مقدمہ فتح الباری، ابن حجر عسقلانی ص:۴۹۴

امام بخاری رحمہ اللہ کے موضوع سے خارج ہیں؛ اس لیے ان کی صحت کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے صحیح میں حدیث لکھنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ ان کے شیخ سے لے کر صحابی تک تمام راوی ثقہ اور متّصل ہوں۔ صحیح بخاری کی تعداد مرویات میں علما کا اختلاف ہے، حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ کل تعداد (۷۲۷۵) ہے ، حذف مکررات کے بعد یہ تعداد (۴۰۰۰) ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق کل تعداد (۹۰۸۲) ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۲۳) رہ جاتی ہے۔

☆☆☆

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۶ھ ـــــ ۲۶۱ھ

صحاح ستہ میں صحیح مسلم کو نمایاں مقام اور خاصی حیثیت حاصل ہے حتیٰ کہ ابو علی نیشاپوری نے تصریح فرمائی کہ دنیا میں صحیح مسلم سے اصح کتاب ہے ہی نہیں اور شیخ ابن حجر نے حسن سیاق اور جودت وضع و ترتیب میں اسے صحیح البخاری پر مقدم رکھا ہے۔
(شرح نخبۃ الفکر)

سبب تالیف اورمدت:-امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں: مجھ سے میرے بعض تلامذہ نے درخواست کی کہ میں صحیح احادیث کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے، چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی صحیح کی تالیف کی۔ امام مسلم نے اپنی تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) احادیث میں سے اپنی صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث انھوں نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، وہ سب انھوں نے بالمشافہہ اور براہ راست سماع کیا ہے۔ اس تصنیف میں انھوں نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف ان احادیث کو لائے ہیں جن کی صحت پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا اور پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ تحقیق مزید کے لیے کتاب کی تکمیل کے بعد حافظ عصر ابو ذرعہ کی خدمت میں پیش کیا، جو اس زمانہ میں علل حدیث اور جرح و تعدیل کے فن میں ماہر امام سمجھے جاتے تھے اور جن روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی نشان دہی کی اس کو کتاب سے خارج کر دیا۔ اسی طرح پندرہ سال کی مسلسل جدّ جہد اور شدید مشقت

کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ مجموعۂ حدیث تیار ہو گیا۔ (۱)

سلسلۂ نسب: آپ کا نام مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری، لقب عساکر الملۃ والدین اور کنیت ابوالحسین ہے۔

ولادت: امام مسلم رحمہ اللہ خراسان کے ایک خوبصورت شہر نیشاپور میں خانوادۂ بنو قشیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے سال میں مورخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے آپ کی سن ولادت ۲۰۲ھ اور امام ذہبی نے ۲۰۴ھ ذکر کیا ہے لیکن ابن اثیر نے ۲۰۶ھ کو صحیح قرار دیا ہے۔

تحصیل علم حدیث: ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف میں ہی پائی، اس کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم کا آغاز کیا۔ فن حدیث کے حصول میں انھوں نے بے پناہ جدوجہد اور محنت ومشقت کی اور بہت جلد نیشاپور کے عظیم محدثین کی فہرست میں شامل ہو گئے۔

اساتذہ اور مشایخ:۔ علم حدیث کی طلب میں امام مسلم نے متعدّد بلاد و امصار کا سفر کیا۔ نیشاپور میں اکتساب فیض کے بعد آپ حجاز، شام، عراق اور مصر حاضر ہوئے، بارہا بغداد کے لیے زاد سفر باندھا، آپ نے ان تمام شہروں کے مشاہیر اساتذہ کے روبرو زانوے ادب تہ کیا۔

آپ کے اساتذہ مندرجہ ذیل ہیں:

خراسان میں (۱) قتیبہ بن سعید (۲) یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری (۳) اسحاق بن راہویہ
عراق میں (۴) احمد بن حنبل (۵) عبیداللہ قواریری (۶) خلف بن ہشام البزار
(۷) سعید بن محمد حرمی (۸) عبداللہ بن مسلمہ قعنبی (۹) عمر بن حفص بن غیاث
شام میں (۱۰) محمد بن خالد سکسکی (۱۱) ولید بن مسلم
حجاز میں (۱۲) سعید بن منصور (۱۳) محمد بن یحییٰ ابن ابی عمرو (۱۴) عبدالجبار بن العلاء
مصر میں (۱۵) عیسیٰ بن حماد (۱۶) حرملہ بن یحییٰ (۱)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ، حافظ شمس الدین المتوفی، ج:۲، ص:۵۹۰، مطبوعہ ادارۃ احیاء التراث العربی، بیروت

تلامذہ:- امام مسلم رحمہ اللہ سے بے حساب لوگوں نے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والے جملہ حضرات کے اسما کا شمار تو مشکل ہے البتہ چند اسما مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)ابوالفضل احمد بن مسلمہ (۲) ابراہیم بن ابی طالب (۳) ابو عمرو حناف (۴)حسین بن محمد قبانی (۵) ابو عمر مستلی (۶) حافظ صالح بن محمد علی بن حسن (۷) محمد عبدالوہاب (۸)علی بن حسین بن جنید (۹) ابن خزیمہ (۱۰) ابن صاعد (۱۱) سراج (۱۲) محمد بن عبد بن حمید (۱۳) ابوحامد بن الشرقی (۱۴) علی بن اسماعیل بن الصغار (۱۵) ابو محمد بن ابی حاتم رازی (۱۶) ابراہیم بن محمد بن سفیان (۱۷) محمد بن مخلد دوری (۱۸) ابرہیم بن محمد بن حمزہ (۱۹) ابوعوانہ اسفرائنی (۲۰) محمد بن فاکہی (۲۱) ابوحامد بن اعمشی (۲۲) ابوحامد بن حسنویہ (۲۳) امام ترمذی وغیرہم [۲]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح میں امام مسلم سے صرف ایک روایت کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے:"عن يحيى عن ابى معاوية عن محمد بن عمرو عن ابى سلمة عن ابى هريرة حصول هلال شعبان برمضان"۔

شخصیت:- امام مسلم رحمہ اللہ سرخ و سفید رنگ ،بلند قامت اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شملہ شانہ کے درمیان لٹکاتے تھے ۔آپ نے علم کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا، بلکہ آپ نے کپڑے کی تجارت کو زندگی کا سرمایہ بنایا اور اسی سے حاصل ہونے والے منافع پر زندگی بسر کرتے رہے۔ [۳]

شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انھوں نے زندگی بھر نہ کسی کی غیبت کی، نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی سے پیش آئے۔

---

(۱) تاریخ دمشق،۱۶/۲۲۵، دارالکتب الظاہریہ

(۲) تہذیب التہذیب، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ج:۱۰، ص:۱۲۶ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۴۶ھ

(۳) تہذیب التہذیب، حافظ ابوالفضل احمد بن علی حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ج:۱۰، ص:۱۲۷، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۶ھ

اعترافاتِ علماے اعلام:- امام مسلم کی خدمات اور ان کے کمالات کو ان کے اساتذہ اور معاصرین نے بے حد سراہا ہے۔ ابو عمرو مستملی ذکر کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ ہمیں اسحاق بن منصور احادیث لکھوا رہے تھے اور امام مسلم ان احادیث میں سے انتخاب کر رہے تھے، اچانک اسحاق بن منصور نے نظر اٹھائی اور کہا ہم اس وقت تک کبھی خیر سے محروم نہیں ہوں گے جب تک ہمارے بیچ مسلم بن حجاج موجود ہیں''۔

ان کے ایک اور استاذ محمد بن عبدالوہاب فراد نے کہا کہ ''مسلم علم کا خزانہ ہے اور میں نے ان میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا''۔

ابن اخرم نے کہا: ''نیشاپوری نے کئی محدث پیدا کیے: (۱) محمد بن یحیٰ (۲) ابراہیم بن ابی طالب'' اور مسلم ابن عقدہ نے کہا: ''امام مسلم بالمشافہہ سماع کی روایت نہیں کرتے تھے''۔ ابو بکر جارودی نے کہا کہ ''مسلم، مسلم کے محافظ تھے'' مسلم قاسم نے کہا کہ وہ جلیل القدر امام تھے۔ بندار نے کہا کہ دنیا میں صرف چار حافظ ہیں (۱) ابوذرعہ (۲) محمد بن اسماعیل (۳) دارمی (۴) اور (۴) مسلم بن حجاج۔ [۱]

شانِ علمی:- امام مسلم رحمہ اللہ فن حدیث میں بے پناہ دسترس رکھتے تھے۔ حدیث صحیح وسقیم کی شناخت میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے حتیٰ کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فوقیت حاصل تھی؛ کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں سے بطریق مناولہ حاصل کی ہیں، خود ان کے مؤلفین سے سماع نہیں کیا؛ اس لیے ان کے راویوں میں امام بخاری بسا اوقات خطا کر جاتے تھے؛ کیوں کہ ایک ہی راوی کا کبھی نام ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کنیت، ایسی صورت میں بعض دفعہ امام بخاری ان کو دو راوی خیال کر لیتے ہیں اور امام مسلم نے چونکہ اہل شام سے براہ راست سماع کیا ہے؛ اس لیے وہ اس قسم کا مغالطہ نہیں کھاتے۔ [۲]

(۱) تہذیب التہذیب، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ج:۱۰، ص:۱۲۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۴۶ھ

(۲) بستان المحدثین، ص:۲۸۰ سعید اینڈ کمپنی کراچی

تصانیف:-امام مسلم کی عمر کا اکثر حصہ روایت حدیث کے حصول کے لیے مختلف بلاد میں سفر کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درس و تدریس کے میدان میں بے پناہ مشغول رہے، اس کے باوجود ان سے مندرجہ ذیل تصانیف معرض وجود میں آئیں: (۱) الجامع الصحیح (۲) المسند الکبیر (۳) کتاب الاسماء والکنیٰ (۴) کتاب الجامع علی الباب (۵) کتاب العلل (۶) کتاب الوحدان (۷) کتاب الافراد (۸) کتاب السوالات احمد بن حنبل (۹) کتاب مشائخ شعبہ (۱۰) کتاب حدیث عمرو بن شعیب (۱۱) کتاب الانتفاع باھب السباع (۱۲) کتاب مشائخ مالک (۱۳) کتاب مشائخ ثوری (۱۴) کتاب من لیس له إلاّ راوٍ واحد (۱۵) کتاب المحضرمین (۱۶) کتاب اولادالصحابہ (۱۷) کتاب اوہام المحدثین (۱۸) کتاب الطبقات (۱۹) کتاب افرادالشامین[1] (۲۰) مسند امام مالک (۲۱) مسند الصحابہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں کہ امام مسلم نے "مسند الصحابہ" بڑی تفصیل سے لکھنی شروع کی تھی مگر مکمل نہ ہوسکی اور امام مسلم دار فانی سے کوچ کر گئے اور اگر وہ اس کو پورا کر لیتے تو وہ ایک ضخیم تصنیف ہوتی۔

وصال:-امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب و غریب بیان کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا، اس وقت آپ اس حدیث کے تعلق سے کچھ نہیں بتا سکے، گھر آکر اپنی کتابوں میں اس کی تلاش و جستجو شروع کر دی۔ قریب ہی کھجوروں کا ٹوکرا بھی رکھا ہوا تھا، امام مسلم رحمۃ اللہ کے استغراق وانہماک کا عالم یہ تھا کہ کھجوروں کی مقدار کی طرف آپ کی توجہ نہ ہوسکی اور حدیث ملنے تک کھجوروں کا سارا ٹوکرا خالی ہو گیا اور غیر ارادی طور پر کھجوروں کا زیادہ کھالینا ہی ان کی موت کا سبب بنا اور اس طرح ۲۵ / رجب ۲۶۱ھ اتوار کے دن شام کے وقت علم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن نیشاپور (خراسان) میں اس عظیم محدث کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام عبداللہ الذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، ج:۲، ص ۴۹، مطبوعہ ادارۃ احیاء التراث العربی بیروت

انا للہ وانا إلیہ راجعون!

حسن عاقبت:-امام مسلم سادہ دل اور درویش صفت انسان تھے اور علم و عمل کی بہترین خوبیوں کے جامع تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ابو حاتم رازی بیان کرتے ہیں: میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا:"اللہ تعالیٰ نے اپنے جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں"۔[1]

صحیح مسلم

آپ کی تصانیف کی تعداد بیس سے متجاوز ہے، لیکن صحیح مسلم کو عظیم شہرت اور قبولیت عامہ حاصل ہے، حتیٰ کہ متقدمین میں بعض مغاربہ اور محققین نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فوقیت دی ہے۔

امام بخاری کا مقصد احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ و سیرت اور تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا؛اس لیے انھوں نے موقوف معلق، صحابہ و تابعین کے فتویٰ بھی نقل کیے، جس کے نتیجہ میں احادیث کے متون وطرق کے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے، وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں، جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہوتی ہے؛اس لیے احادیث منقطعہ وغیرہ کی تعداد نادر ہے۔آپ نے اپنے شیوخ سے براہ راست سماعت کی ہوئی تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) احادیث سے صحیح مسلم کا انتخاب کیا ہے اور مختلف حیثیتوں سے احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰)، آٹھ ہزار (۸۰۰۰) اور بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) شمار کی گئی ہے، کتاب کی ترتیب میں ابواب کا لحاظ تو آپ نے رکھا تھا، لیکن تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے، آپ کے بعد دیگر محدثین نے یہ کام انجام دیا۔

---

(۱) بستان المحدثین، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، ص:۲۸۱، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۵ھ ــــ ۳۰۳ھ

نام و نسب:-آپ کا نام احمد، والد کا نام شعیب بن علی، کنیت ابو عبد الرحمٰن اور لقب شیخ الاسلام و ناقد الحدیث ہے۔آپ کا سلسلہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے:احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی خراسانی رحمھم اللہ۔

ولادت و تعلیم:-آپ کی ولادت ۲۱۵ھ میں خرسان کے ایک مشہور و معروف شہر" نساء"میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے علما سے حاصل کی، پھر ۱۵/ سال کی عمر میں ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے، جہاں ایک سال ۲/ ماہ تک علم حدیث حاصل کرتے رہے۔

بعد ازیں دور دراز شہروں میں جاکر نامور محدثین سے حدیث کا اکتساب کیا۔اس سلسلہ میں خراسان، عراق، حجاز، شام اور مصر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اساتذہ:-آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے، ان میں سے چند مشہور اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)قتیبہ بن سعید (۲)اسحاق بن راہویہ(۳) ہشام بن عمار(۴)محمد بن نصر مرزی(۵)محمود بن غیلان(۶)ابوداؤد سلیمان بن اشعث (۷)ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہم۔

تلامذہ:-آپ کی بارگاہ سے بے شمار افراد نے اکتساب فیض کیا،جن کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ہم ان میں سے بعض کے اسما ذکر کر رہے ہیں:(۱)امام ابو جعفر طحاوی(۲)ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (۳) ابوجعفر عقیلی (۴) حافظ ابوعلی نیشاپوری(۵) حافظ ابوالقاسم اندلسی(۶) ابوبکر بن حداد وغیرہم۔

شمائل و خصائل:- امام نسائی رحمہ اللہ نہایت وجیہ، خوبصورت، لحیم شحیم اور تندرست تھے۔ آپ کا دسترخوان انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے بھرا رہتا۔ کھانے کے بعد کچھ عمدہ قسم کے مشروب استعمال فرماتے تھے، ساتھ ہی خوش وضع اور خوش لباس بھی تھے، آپ کی چار بیبیاں تھیں اور ان کے علاوہ کنیزیں بھی خدمت کے لیے رہتی تھیں۔

عبادت:- ان تمام ظاہری اسبابِ عیش وآرام کے باوجود آپ نہایت عبادت گزار اور شب بیدار تھے، صوم داؤدی پر ہمیشہ عامل رہے، طبیعت میں حد درجہ استغنا تھا؛ اس لیے بادشاہ وقت کی مجلسوں سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔

تصانیف:- امام نسائی رحمہ اللہ نے کثرت مشاغل کے باوجود متعدّد کتابیں تصنیف فرمائیں جن کے اسما اس طرح ہیں:(۱) السنن الکبریٰ (۲) المجتبیٰ (۳) خصائص علی (۴) مسند علی(۵) مسند مالک (۶) مسند منصور (۷) فضائل الصحابہ (۸) کتاب التمیز (۹) کتاب المدلسین (۱۰) کتاب الضعفاء(۱۱) کتاب الاخوۃ (۱۲) کتاب الجرح والتعدیل (۱۳) مشیختہ النسائی (۱۴) اسماء الرواۃ (۱۵) مناسک حج۔

حق گوئی وشھادت:- امام نسائی رحمہ اللہ آخر میں حاسدین کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر فلسطین کے ایک مقام رملہ آ گئے، یہاں بنوامیہ کی طویل حکومت کے سبب خارجیت وناصبیت کا بول بالا تھا، عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال وافعال اور مشن سے منحرف ہو گئے تھے، بلکہ دمشق میں اس وقت اکثریت انھی لوگوں کی تھی۔ آپ نے ایسی کثیف فضا دیکھ کر اصلاح عقائد کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل "کتاب الخصائص" تصنیف فرمائی۔ تصنیف سے فارغ ہو کر آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے اس کو پڑھ کر سنا دیا، چونکہ یہ کتاب وہاں کے لوگوں کے نظریات کے خلاف تھی؛ اس لیے اسے سن کر وہاں کے لوگ مشتعل ہو گئے۔ مجمع سے کسی شخص نے کہا: ہمیں آپ کوئی ایسی روایت سنائیں جس سے حضرت امیر معاویہ کی حضرت علی پر فوقیت ظاہر ہو سکے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "حضرت معاویہ کا معاملہ برابر ہو جائے تو کیا یہ تمھارے

خوش ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، یا مطلب یہ تھا کہ کیا امیر معاویہ کے لیے حضرت علی کے مساوی ہونا کافی نہیں ہے؟ جو تم برتری کا سوال کر رہے ہو؟ یہ سننا تھا کہ وہ لوگ آگ بگولہ ہو گئے اور تمام آداب کو بالائے طاق رکھ کر انھوں نے آپ کو زود و کوب کرنا شروع کیا، بعض نے آپ کے جسم نازک پر لاٹھیاں بھی برسائیں جس کی وجہ سے آپ بہت زیادہ نڈھال ہو گئے۔ اسی حالت میں آپ کو مکان پر لایا گیا، آپ نے فرمایا: مجھے مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ مکرمہ میں ہو، اسی حادثہ کی وجہ سے آپ کا وصال ۱۳ر صفر المظفر ۳۰۳ھ کو ۸۸ر سال کی عمر میں ہوا۔ صفا و مروہ کے درمیان دفن کیے گئے۔

سنن نسائی

آپ کی تصانیف میں سنن نسائی کو کامل شہرت حاصل ہوئی جو صحاح ستہ کی اہم کتاب ہے۔ ''السنن الکبریٰ'' تصنیف کرنے کے بعد امیر رملہ (فلسطین) کے سامنے اس کتاب کو پیش کیا، امیر نے پوچھا: کیا آپ کی اس کتاب میں تمام احادیث صحیح ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں اس میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، اس پر امیر نے سنن کبریٰ سے احادیث صحیحہ کا انتخاب فرمایا اور اس کا نام ''المجتبیٰ'' رکھا۔ اس کو سنن صغریٰ بھی کہتے ہیں، عرف عام میں سنن نسائی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ محدثین جب مطلق رواہ نسائی کہیں تو یہی کتاب مراد ہوتی ہے اور کتب ستہ میں اسی کا اعتبار ہے۔

آپ کی اس کتاب کی خوبی یہ بھی ہے کہ اکثر صحاح کے اسالیب جامع کی ہے، یعنی امام بخاری کے طرز پر ایک حدیث کو متعدّد ابواب میں لا کر مختلف مسائل کا اثبات کیا ہے۔ امام مسلم کے طریقہ پر ایک حدیث کے تمام طرق کو اختلاف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام ابوداؤد کے انداز پر صرف احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کی تدوین کی ہے۔ امام ترمذی کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطہ نگاہ سے گفتگو کی ہے، جن کا کچھ تذکرہ آپ نے جامع ترمذی کے تحت ملاحظہ فرمایا ہے۔

☆☆☆

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۲ھ ـــــ ۲۷۵ھ

امام بخاری اور امام مسلم کے بعد جو امام سب سے زیادہ مرتبہ اور مقام کے مالک ہیں وہ امام ابوداؤد سجستانی ہیں۔

نام و نسب:-آپ کا نام سلیمان، کنیت ابوداؤد، والد کا نام اشعث ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے،: ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمران الازدی السجستانی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے جدّامجد عمران نے جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھ دیا تھا اور اسی میں شہادت پائی۔ (۱)

ولادت و تعلیم:آپ کی ولادت ۲۰۲ھ میں ملک سجستان (اسبستان) میں ہوئی جو سندھ اور ہرات کے درمیان ہندوستان کے پڑوس میں قندھار سے متّصل واقع ہے۔

آپ نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع و عریض ہو چکا تھا، آپ نے بلاد اسلامیہ کا عموماً دورہ کیا اور بالخصوص مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان کے سفر کیے اور اس دور کے مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا اور متعدّد بار بغداد کا سفر فرمایا، پھر آخر میں بغداد ہی کو آپ نے وطن بنالیا، لیکن ۲۶۷ھ میں بعض وجوہ کی بنا پر بغداد کو خیر آباد کہہ کر بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

اساتذہ:-جن اساتذہ و شیوخ سے آپ نے علم حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی ان کا احاطہ مشکل ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے تین سو شیوخ کی تعداد تحریر کی

(۱)تہذب التہذیب، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۴/۱۶۹ بحولہ ابوداؤد، مترجم، عبدالحکیم شاہ جہاں پوری

ہے، ان میں بلند پایہ محدثین وفقہا شمار کیے جاتے ہیں۔ جیسے: آپ کے مشاہیر اساتذہ کے اسما حسب ذیل ہیں: (۱) ابو سلمہ تبوذکی (۲) ابو الولید طیالسی (۳) محمد بن کثیر العبدی (۴) مسلم ابن ابراہیم (۵) سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی (۶) سعید بن سلیمان الواسطی (۷) صفوان بن صالح دمشقی[1] (۸) احمد بن حنبل (۹) اسحاق بن راہویہ (۱۰) ابو بکر بن ابی شیبہ[2]

تلامذہ:- آپ کے حلقہ درس میں شریک ہونے والے بے شمار افراد ہیں، بعض اوقات ہزار کا جم غفیر بھی ہوتا تھا، امام احمد بن حنبل اگرچہ آپ کے استاد حدیث ہیں لیکن آپ سے روایت بھی کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں چار حضرات جماعت محدثین کے پیشوا اور سردار ہوئے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے (۱) ابو بکر بن ابی داؤد (۲) ابو علی بن احمد بن عمر ٹولوی (۳) ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی (۴) ابو بکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ۔

تصانیف:- امام ابو داؤد کی زندگی طلب حدیث میں مختلف علاقوں کے سفر اور درس و تدریس کی بے پناہ مشغولیات میں گزری ہے، اس کے باوجود مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑ گئے:

(۱) کتاب السنن (۲) کتاب المراسیل (۳) کتاب المسائل (۴) کتاب الرد علی القدریۃ (۵) کتاب الناسخ والمنسوخ (۶) کتاب التفرد (۷) کتاب فضائل الانصار (۸) مسند مالک بن انس (۹) کتاب الزہد (۱۰) دلائل النبوہ (۱۱) کتاب الدعا (۱۲) کتاب بدء الوحی (۱۳) اخبار الخوارج (۱۴) کتاب شریعۃ التفسیر (۱۵) فضائل الاعمال (۱۶) کتاب التفسیر (۱۷) کتاب نظم القران (۱۸) کتاب فضائل القران (۱۹) کتاب البعث والنشور (۲۰) کتاب شریعۃ المقارئ۔

---

(۱) تہذیب التہذیب، ج:۴، ص:۱۷۱ بحوالہ ابو داؤد مترجم عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری

(۲) تذکرۃ الحفاظ، امام شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ج:۲، ص:۵۹۱

علم وفضل:-حافظ محمد بن اسحٰق بن صنعانی اور ابراہیم حربی فرماتے تھے: امام ابوداؤد کے لیے اللہ تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا۔ محمد بن لیث کہتے ہیں: ”امام ابوداؤد دنیا میں علم حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیے گئے“

موسیٰ بن ہارون نے کہا: ”میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا“

امام حاکم نے فرمایا: ”علم حدیث میں آپ کی امامت مسلم ہے“

اصحاب صحاح ستہ کی بنسبت آپ پر فقہی ذوق وشوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ علامہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے صرف آپ کو ہی طبقات فقہا میں شمار کیا ہے، وجہ بھی معقول ہے کہ احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلہ میں امام ابوداؤد کو جو کمال حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو حاصل نہیں۔ علامہ یافعی نے آپ کو حدیث وفقہ دونوں کا امام کہا ہے۔

حفظ حدیث اور اتقان روایت کے ساتھ آپ زہد و عبادت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ یقین وتوکل اور حسن اخلاق میں مثالی کردار ادا فرماتے؛ اس لیے آپ کی مجلس میں ہر طرح کے لوگ حاضری دیتے۔ طلبہ وعلما، بادشاہ وقت وامرا اور محدثین وصوفیا سب نے آپ کی بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضری دی ہے۔

ایک مرتبہ مشہور عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، جب آپ کو معلوم ہوا تو خوب خوش ہوئے اور اھلا و سھلا مرحبا کہتے ہوئے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: اے امام! ذرا اپنی وہ مبارک زبان دکھائیں جس سے آپ احادیث رسول ﷺ بیان فرماتے ہیں تاکہ میں اس مقدس زبان کو بوسہ دوں۔ آپ نے زبان منہ سے باہر نکالی تو انتہائی عقیدت سے آپ نے اس کو چوم لیا۔ (۱)

(۱) تہذیب التہذیب، ج:۴، ص:۱۷۲ بحوالہ ابوداؤد مترجم عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری

عبادت و ریاضت:-امام ابو داؤد علم و حکمت میں جس طرح بے مثال تھے اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علما اور فضلا ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اولیاے کرام ان کی زیارت کے لیے آتے اور حکام وقت ملاقات کے لیے پہروں ان کے دروازے پر کھڑے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بے پناہ شہرت و مقبولیت عطا فرمائی تھی، جس قدر دین کی خدمت کی لگن رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اتنا ہی اونچا کر دیا۔

وصال:- تہتر سال کی قابل رشک اور لائق تقلید زندگی گزار کر امام ابو داؤد ۱۶/ شوال ۲۷۵ھ کو جمعہ کے دن وصال فرما گئے۔(۱) آپ نے وصیت کی تھی کہ حسین بن مثنیٰ سے آپ کو غسل دلایا جائے اور اگر وہ نہ ہوں تو حماد بن زید کی روایت کے مطابق آپ کو غسل دے دیا جائے، چنانچہ آپ کی اس وصیت پر عمل کیا گیا۔(۲)

سنن ابو داؤد

آپ کی پوری زندگی طلب حدیث اور مختلف شہروں و ملکوں کے سفر میں گزری، اس کے باوجود آپ نے تقریباً بیس کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان سب میں سنن ابوداؤد کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی، جو آپ کا نام قیامت تک زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ تمام طبقات فقہا میں مسلکی اختلاف کے باوجود یہ مقبول رہی ہے۔

وجہ تالیف:-جس زمانہ میں امام ابو داؤد نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اس وقت عام طور پر علم حدیث میں جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی، انھوں نے سب سے پہلے کتاب السنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نئی راہ دکھائی اور اس کے بعد متعدّد ائمہ حدیث نے ان کے چراغ سے چراغ جلانے شروع کر دیے اور فن حدیث میں کتب سنن کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع کیا۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی متوفیٰ ۷۴۸ھ، ج:۲، ص:۵۹۳

(۲) تہذیب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفیٰ ۸۵۲ھ، ج:۴، ص:۱۷۲

حسن بن محمد بن ابراہیم کہتے ہیں: ایک بار میں نے خواب میں محمد رسول ﷺ کا دیدار پر انوار کیا، حضور ﷺ فرمارہے تھے: "جو شخص سنن کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سنن ابی داؤد کا علم حاصل کر لے"۔

حضور پر نور ﷺ کے اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ یہ کتاب بارگاہ رسالت میں مقبول ہے۔ (۱)

پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے آپ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی جو اپنی نظیر آپ ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علم حدیث میں یہی ایک کتاب مجتہد کے لیے کافی ہے"۔ (۲)

آپ نے یہ کتاب اپنے شیخ امام احمد بن حنبل کی حیات ہی میں لکھی اور مکمل کر کے ان کی بارگاہ میں پیش کی تو انھوں نے اس کو بہت زیادہ سراہا اور دعائیں دیں، اس سے معلوم ہوا کہ آپ اس کتاب کی تصنیف سے جوانی ہی میں فارغ ہو چکے تھے۔

شرائط

حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں احادیث درج کرنے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ احادیث متّصل السند اور صحیح ہوں اور وہ احادیث ایسے راویوں سے مروی ہوں جن کے ترک پر اجماع نہ ہوا ہو اور علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صحیح اور حسن دونوں قسم کی احادیث کی جامع ہے اور ان کی اس کتاب میں احادیث سقیمہ میں سے مقلوب اور مجہول رویات نہیں ہیں۔ (۳)

(۱) بستان المحدثین، ص:۲۸۷، بحوالہ ابوداؤد مترجم عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری

(۲) فتح المغیث، ص:۲۸ بحوالہ ابوداؤد مترجم عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری

(۳) مقدمہ التعلیق المحمود، فخر الحسن، ص:۴

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں چوں کہ ان احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا ہے جن سے فقہا استدلال کرتے ہیں اور جن احادیث کو عام طور پر احکام کا مبنی قرار دیا جاتا ہے؛ اس لیے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرائط میں وسعت رکھی ہے، اور اس کتاب میں صحیح اور حسن لے کر صالح العمل تک احادیث کی گنجائش رکھی ہے، البتہ اس کتاب میں وہ ایسی کوئی حدیث نہیں لائے جس کے ترک پر اجماع ہو چکا ہو۔

خصائص سنن :- امام ابوداؤد نے اپنی اس کتاب میں جمع و ترتیب کے لحاظ سے جن اسالیب کو اختیار کیا وہ بہت خوبیوں اور نکات پر مشتمل ہیں۔ آپ نے اہل مکہ کے نام جو مکتوب "رسالۂ مکیہ" کے نام سے ارسال فرمایا تھا اس میں بہت سے شرائط و نکات کی طرف رہنمائی کی ہے، فرماتے ہیں: آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث سنن کے بارے میں سوال کیا ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس میں درج شدہ میرے نزدیک صحیح ترین احادیث ہیں، تو سن لیجیے! یہ تمام احادیث کریمہ ایسی ہی ہیں۔ البتہ وہ احادیث کریمہ جو دو صحیح طریقوں سے مروی ہوں اور ایک کا راوی اسناد میں مقدم ہو کہ اس کی سند عالی اور واسطے کم ہوں اور دوسرے کا راوی حفظ میں بڑھا ہوا ہو تو ایسی صورت میں اوّل الذکر طریقہ کو لکھ لیتا ہوں، حالانکہ ایسی احادیث کی تعداد بمشکل دس ہوگی۔ باقی مراسیل کا یہاں تک کے تعلق ہے تو پہلے زمانہ میں امام مالک، سفیان ثوری اور امام اوزاعی وغیرہ ان سے استدلال کرتے تھے۔

میرا مسلک یہ ہے کہ جب کوئی روایتِ مسند، مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو یا مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت حال میں مرسل روایت سے استدلال درست ہے، اگرچہ وہ متّصل کی طرح قوی نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی سنن میں متروک راوی کی روایت نہیں لی ہے اور اگر کوئی منکر حدیث آئی ہے تو میں نے اس کو بیان کر دیا ہے۔ نیز اس میں کوئی علت ہو تو اس کو بھی بیان کر دیا ہے۔ جس حدیث کے بعد میں نے کچھ نہیں لکھا وہ صالح للعمل ہوتی ہے۔ میں نے اس کتاب میں اکثر مشہور احادیث جمع کی ہیں۔ میں نے

کتاب سنن میں صرف احکام ہی تصنیف کیا ہے، زہد اور فضائل اعمال سے متعلق احادیث نہیں بیان کی ہیں۔ لہذا یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث (۴۸۰۰) ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۹ھ ــــ ۲۷۹ھ

امام ابو عیسیٰ ترمذی عابد وزاہد، بے مثال حافظہ کے مالک اور یگانۂ روزگار محدث تھے۔ ادریسی نے کہا: ''ابو عیسیٰ ترمذی ان ائمہ میں سے ہیں جن کی علم حدیث میں پیروی کی جاتی ہے۔ آپ نے جامعِ تواریخ اور علل کی تصنیف کی، آپ ایک ثقہ عالم تھے اور ایسا حافظہ رکھتے تھے کہ لوگ حفظ میں آپ کی مثال دیا کرتے تھے''۔[1] امام ترمذی بے حد عبادت گزار اور پر سوز دل کے مالک تھے۔ یوسف بن احمد بغدادی بیان کرتے ہیں کہ کثرت گریہ وزاری کے سبب آپ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد تھے۔ نصر بن محمد خود امام ترمذی سے روایت کرتے ہیں: ایک دن امام بخاری نے امام ترمذی سے کہا: تم نے مجھ سے اس قدر استفادہ نہیں کیا جتنا استفادہ میں نے تم سے کیا ہے اور عمران بن علان نے کہا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے فوت ہونے کے بعد اہل خراسان کے لیے علم وعمل میں امام ترمذی جیسا کوئی شخص نہیں چھوڑا۔

نام ونسب:- نام محمد، کنیت ابو موسیٰ، والد کا نام عیسیٰ اور سلسلہ نسب یوں ہے: ابو موسیٰ محمد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن الضحاک بن السکن سلمی ترمذی۔

ولادت وتعلیم:- آپ بلخ کے شہر ''ترمذ'' میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دریائے جیحون کے قریب واقع تھا۔ آپ قبیلۂ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے؛ اس لیے نسب میں سلمی کہا جاتا ہے۔ حصول علم کی خاطر آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے

(۱) تہذیب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ج:۹، ص:۳۸۸ بحوالہ ترمذی مترجم

متعدّد شہروں کا سفر کر کے وقت کے جلیل القدر محدثین وفقہا سے متعدّد علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ اس زمانہ میں علم حدیث کا شہرہ اور ہر چہار جانب اسی کا دور دورہ تھا۔

اساتذہ:-آپ کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل حضرات شمار ہوتے ہیں: (۱) امام بخاری (۲) امام مسلم (۳) امام ابوداؤد قتیبہ بن سعید (۴) ابومصعب (۵) ابراہیم بن عبداللہ (۶) اسماعیل بن موسیٰ اسدی (۷) محمد بن بشار (۸) زیاد بن ایوب (۹) سعید بن عبدالرحمٰن (۱۰) فضل بن سہل وغیرہم۔ (۱)

تلامذہ:-آپ کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، چند کے نام یہ ہیں (۱) ہیثم بن کلیب شامی (۲) داؤد بن نصر بن سہل بزوری (۳) عبداللہ بن محمد بن محمود نسفی (۴) محمد بن نمیر وغیرہم۔

آپ کے جلیل القدر اساتذہ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی آپ سے حدیث کا سماع کیا ہے، آپ نے ایسی دو احادیث کی طرف اپنی جامع میں اشارہ فرمایا، ایک ابواب التفسیر سورۃ الحشر میں اور دوسری ابواب المناقب فضیلت علی میں، یہ دونوں احادیث امام بخاری نے آپ سے سنی ہیں۔ نیز امام مسلم نے رویت ہلال کے باب میں آپ کی روایت بیان کی ہے۔

علم وفضل:-اللہ رب العزت نے آپ کو نادرالمثال قوت حافظہ اور زبردست ذہن کا مالک بنایا تھا۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے، آپ خود فرماتے ہیں: میں نے ایک شیخ سے ان کی مرویات کے دو جز نقل کیے تھے، ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں ہم ان کے ہمراہ تھے۔ مجھے اب تک دوبارہ ان اجزا کی جانچ پڑتال کا موقعہ نہیں ملا تھا، میں نے شیخ سے درخواست کی کہ آپ ان احادیث کی قراءت کریں، میں سن کر مقابلہ کرتا جاؤں، شیخ نے منظور کر لیا اور فرمایا: اجزا نکال لو، میں پڑھتا ہوں اور تم مقابلہ کرتے جانا ، میں نے وہ اجزا تلاش کیے مگر مل نہ سکا۔ اس پر میں بہت فکر مند ہوا، پھر بھی سماعت کی غرض سے سادہ کاغذ ہاتھ میں لیا اور فرضی طور پر سننے میں مشغول ہو گیا۔ اتفاق سے ان

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی متوفیٰ ۷۴۸ھ، ج:۲، ص:۶۳۴

اوراق پر شیخ کی نظر پڑ گئی تو ناراض ہو کر بولے: تم کو شرم نہیں آتی، مجھ سے مذاق کرتے ہو، پھر میں نے سارا ماجرا سنا کر عذر پیش کیا اور عرض کیا: آپ کی سنائی ہوئی تمام احادیث مجھے محفوظ ہیں، شیخ نے فرمایا: سناؤ میں نے ان سب کو اسی ترتیب سے سنا دیا، اس پر شیخ نے نہایت تحسین وآفریں فرمائی اور فرمایا:" مارایت مثلک"

تصانیف:-آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)جامع ترمذی (۲)کتاب العلل (۳)کتاب التاریخ (۴)کتاب الزھد (۵) کتاب الاسماء والکنیٰ (۶)کتاب الشمائل النبویہ۔

خوف خدا و وصال:- امام ترمذی زہد وورع اور خوف خدا میں ضرب المثل تھے، خشیت الٰہی کے غلبہ سے اتنا روتے تھے کہ آخر عمر میں آپ کی بینائی بھی جاتی رہی، ۱۳/رجب ۲۷۹ھ کو مقام ترمذ میں شب دو شنبہ آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ستر سال کی عمر پائی۔ سن وفات اور مدت عمر اس سے ظاہر ہے: الترمذی محمد ذوزین عطر وفاة عمرہ فی عین

جامع ترمذی:-آپ کی تصانیف میں خاص شہرت جامع ترمذی کو حاصل ہے اور یہ اپنی جودت ترتیب اور افادیت وجامعیت کے اعتبار سے صحیحین کے بعد شمار کی جاتی ہے۔ اس کے نام میں اختلاف ہے، بعض حضرات اس کو سنن ترمذی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، لیکن مشہور جامع ترمذی ہے کہ اس کی جامعیت کے پیش نظر اس کو اصطلاحاً جامع کہنا بالکل درست ہے۔

کتب صحاح ستہ میں جامع ترمذی کا مقام

صحت احادیث اور قوت سند کے اعتبار سے جامع ترمذی کا مقام نسائی اور ابوداؤد کے بعد ہے اور کتب صحاح میں یہ پانچویں درجہ پر آتی ہے کیوں کہ امام ترمذی طبقۂ رابعہ سے اصالۃً احادیث روایت کرتے ہیں، جبکہ نسائی اور ابوداؤد اس طبقہ سے صرف انتخاب کرتے ہیں۔ نیز امام ترمذی ضعفا اور مجہولین کے پانچویں طبقہ سے بھی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ جب کہ امام

نسائی اور امام ابو داؤد اس طبقہ سے اصلاً روایت نہیں کرتے؛ اسی سبب سے حافظ جلال الدین سیوطی امام ذہبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی کا مقام سنن نسائی اور ابو داؤد کے بعد ہے؛ کیوں کہ امام ترمذی مصلوب اور کلبی کی روایات کا بھی اخراج کر لیتے ہیں۔[1] البتہ حسن ترتیب، حدیث اور فقہ کے متعدّد علوم کے شمول اور افادیت کے لحاظ سے جامع ترمذی کو نسائی اور ابو داؤد پر فوقیت حاصل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: جامع ترمذی کے بارے میں یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ مجتہد کے لیے کافی ہے اور مقلد کے لیے مغنی ہے اور غالباً اسی وجہ سے حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں اس کو "ثالث الکتب الستہ" سے تعبیر کیا ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی شاید اسی وجہ سے صحیح بخاری اور مسلم کے بعد اسی کا ذکر تے ہیں۔

خصوصیات ترمذی

جامع ترمذی میں آپ نے مندرجہ ذیل اسلوب اختیار فرمائے ہیں:

(۱) حدیث کے بعد ائمہ مذاہب کے اقوال اور ان کا اختلاف بیان کرتے ہیں۔

(۲) یہ التزام رہا ہے کہ وہ حدیث بیان کی جائے جو کسی امام کا مذہب ہے۔

(۳) جب حدیث چند صحابہ سے مروی ہو تو مشہور راوی سے روایت کرتے ہیں اور باقی کو "وفی الباب عن فلان الخ" سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) حدیث میں اضطراب ہو تو متن یا سند کے اضطراب کو بیان کر دیتے ہیں۔

(۵) راوی کی روایت کے بعد "وفی الباب الخ" میں بھی ان کا نام لیں تو ان سے اسی معنٰی کی دوسری روایت مراد ہوتی ہے۔

(۶) حدیث منقطع کے انقطاع اور بعض اوقات وجہ انقطاع کی صراحت کرتے ہیں۔

(۷) حدیث غیر محفوظ اور شاذ کی صراحت کرتے ہیں اور کبھی وجہ شذوذ بھی بیان

(۱) تدریب الراوی، الحافظ جلال الدین سیوطی المتوفیٰ ۹۱۱ھ، ص: ۵۶

کرتے ہیں۔

(۸)حدیث منکر کی صراحت اور بعض مقامات پر وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔

(۹)حدیث صحیح اگر دوسری سند سے مندرج ہو تو اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

(۱۰)حدیث مرفوع اگر درحقیقت موقوف ہو تو اس کی صراحت بھی کرتے ہیں۔

جامع ترمذی کی تمام احادیث کی تعداد ۳۹۵۶/ بتائی جاتی ہے اور توابع و شواھد کو جدا کر کے مقصودہ کی تعداد ۱۳۸۵/ رہ جاتی ہے۔

☆☆☆

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۹ھ ـــــ ۲۷۳ء

فن حدیث کے ائمہ ستہ میں امام ابن ماجہ کا نام سب سے آخر میں آتا ہے ۔دوسرے ائمہ حدیث کی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی خدمت حدیث کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اور اپنے بے شمار مداحین پیدا کیے۔ امام ابوالقاسم تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں :" ابن ماجہ ائمہ مسلمین کے ایک عظیم امام ،ثقہ شخصیت کے مالک اور اہل علم میں بے حد مقبول تھے "۔ محدث خلیلی کہتے ہیں:" وہ تفسیر، حدیث اور تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے ،بالخصوص علم حدیث میں تو وہ بہت بڑے ماہر اور حافظ گردانے جاتے تھے اور ان کے اقوال لوگوں کے لیے سند کا درجہ رکھتے تھے "۔ علامہ یاقوت حموی "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں:"ابن ماجہ قزوین کے ممتاز ائمہ میں شمار کیے جاتے تھے "۔اسی طرح شمس الدین ذہبی، شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، ابن خلکان، ابن ناصر الدین اور دیگر مؤرخین اور ناقدین فن نے امام ابن ماجہ کی علم حدیث میں امامت، رفعت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور ثقاہت کا اعتراف واقرار کیا، ان کی علمی اور فنی خدمات کو سراہا اور شاندار طریقہ سے ان کے فضائل اور مناقب بیان کیے۔

نام ونسب:-امام ابن ماجہ کا نام محمد، لقب حافظ، کنیت ابو عبداللہ، اور والد کا نام یزید ہے۔ قبیلہ ربیعہ بن نزار کی نسبت سے ربعی کہلاتے ہیں۔ اور قزوین کی نسبت سے قزوینی کہلاتے ہیں۔ قزوین عراق وعجم کا مشہور شہر ہے یہ ایران کے صوبہ آزربائیجان میں واقع ہے۔

ولادت اور حالات زندگی:-امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۰۹ھ میں عراق کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عام دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم

کی تکمیل کے بعد علم حدیث کی طرف رجوع کیا۔ وطن اور بیرونِ وطن جاکر ہر جگہ روایت حدیث کو تلاش کیا اور دور دراز علاقوں میں جاکر علم حدیث حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے خراسان، عراق، حجاز، مصر اور شام کے متعدّد شہروں کا سفر کیا، جن میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، بغداد اور طہران کے نام قابل ذکر ہیں۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حصول علم کی خاطر مذکورہ بلاد و امصار کے علاوہ کا بھی سفر کیا، جن میں اصفہان، ہواز، ایلہ ، بلخ، بیت المقدس ، حران ، دمشق ، فلسطین ، عسقلان ، مرو اور نیشاپور کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔[1]

اساتذہ:- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے اساتذہ کی بھی ایک کثیر تعداد ہے، جن میں چند حضرات کے اسما مندرجہ ذیل ہیں: (۱) محمد بن عبداللہ بن نمیر (۲) جبارہ بن المغلس (۳) ابرہیم بن منذر الحزامی (۴) عبداللہ بن معاویہ (۵) ہشام بن عمارہ (۶) محمد بن رمح (۷) داؤد رشید۔ ان کے علاوہ ابوبکر بن ابی شیبہ (۸) نصر ابن علی الجہضمی (۹) ابو مروان محمد بن عثمان (۱۰) محمد بن یحیٰ نیشاپوری (۱۱) احمد بن ثابت الجحدری (۲۱) ابوبکر خلاد باہلی (۱۳) محمد بن بشار (۱۴) علی بن منذرہ (۱۵) محمد بن عبد بن آدم (۱۶) عباس بن عبدالعظیم (۱۷) احمد بن عبدہ (۱۸) عبداللہ بن عامر بن زرارہ (۱۹) ابو خصیمہ زہیر بن حرب (۲۰) عثمان بن ابی شیبہ (۲۱) عبداللہ بن احمد بن بشیر ذکوان دمشقی (۲۲) اسماعیل بن بشر بن منصور اور (۲۳) یحیٰ بن حکیم بھی امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے مشہور اساتذہ میں شامل ہیں۔[2]

تلامذہ:- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کرنے والے اور ان سے احادیث کی روایت کرنے والے حضرات کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔ چند حضرات کے اسما یہ ہیں: (۱) علی بن سعید بن عبداللہ الفلان (۲) ابراہیم بن دینار الجرشی الصمدانی (۳)

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی متوفیٰ ۷۴۸ھ، ج:۲، ص:۳۰

(۲) تذکرۃ الحفاظ، امام ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ج:۲، ص:۶۳۰

احمد بن ابراہیم القزوینی (۴) ابوطیب احمد بن روح الشعرانی (۵) اسحٰق بن محمد القزوینی (۶) جعفر بن ادریس (۷) حصین بن علی برانیاد (۸) سلیمان بن یزید القزوینی (۹) محمد بن عیسیٰ الصفار (۱۰) حافظ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ القزوینی (۱۱) ابوعمر و محمد بن احمد حکیم المدنی الاصبہانی۔ (۱)

تصانیف:- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی تین کتابیں یادگار ہیں: (۱) سنن ابن ماجہ (۲) تفسیر ابن ماجہ۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "ولابن ماجہ تفسیر حافل" امام سیوطی نے بھی الاتقان میں تیسرے طبقہ کی تفسیر میں ابن ماجہ کی تفسیر کا شمار کیا ہے، لیکن اب یہ کتاب نایاب ہو چکی ہے۔ (۳) التاریخ، یہ صحابہ سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے۔ حافظ ابن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ فرماتے ہیں کہ میں نے قزوین میں اس کا ایک نسخہ دیکھا تھا لیکن اب یہ کتاب ناپید ہو چکی ہے۔

وصال:- چونسٹھ سال زندگی گزار کر ۲۲/ رمضان ۲۷۳ھ پیر کے دن امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے وفات پائی اور منگل کے دن آپ کو دفن کیا گیا۔ حافظ ابوالفضل مقدسی شروط الائمہ الستہ میں لکھتے ہیں: "آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور دو بھائیوں نے مل کر آپ کو قبر میں اتارا"۔ (۲)

سنن ابن ماجہ

کتب صحاح ستہ میں جس کتاب کو سب سے آخر میں شمار کیا جاتا ہے وہ سنن ابن ماجہ ہے۔ اس کتاب کو پانچویں صدی کے آخر میں صحاح ستہ میں شمار کیا گیا ہے، اس کے بعد ہر دور میں ہر زمانے میں اس کتاب کی اہمیت رہی۔ صحت اور قوت کے لحاظ سے صحیح ابن حبان، سنن دارمی اور دوسری کئی کتاب ابن ماجہ سے برتر تھیں، لیکن ان کتب کو قبول عام اور فروغ حاصل نہ ہو سکا جو سنن ابن ماجہ کو نصیب ہوا۔ سنن نسائی پر حواشی اور

(۱) تہذیب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ج:۹، ص:۵۳۱

(۲) بستان المحدثین، شاہ عبدالعزیز دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، ص:۲۹۹

شروحات کے سلسلہ میں اس قدر کام نہیں ہوا جس قدر کام سنن ابن ماجہ کے حواشی اور شروحات کے سلسلہ میں ہوا ہے۔

سنن ابن ماجہ کی افادیت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب ابن ماجہ نے یہ کتاب تصنیف کرکے حافظ ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کی تو وہ اس کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اس دور کے اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ حافظ ابوزرعہ کا یہ قول حرف بہ حرف صادق ہوا اور سنن ابن ماجہ کے فروغ کے سامنے متعدّد جوامع اور مصنفات کے چراغ دھندلے پڑ گئے۔ (۱)

☆☆☆

(۱) تذکرۃ الحفاظ، امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ج: ۲، ص: ۴۳۶

تنظیم فروغ اسلام فاؤنڈیشن، نیپال (رجسٹرڈ ۱۴۷۱)

(بیل بانس، سرلاہی، نیپال، شاخ: رضالائبریری، جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

تعارف

چین وہند کے وسط میں واقع ملک نیپال خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ پورا ملک ہرے بھرے لہلہاتے درختوں، موجیں مارتے دریاؤں اور فلک بوس پہاڑوں سے مزین ومرصع ہے، اس ملک میں جہاں مختلف قومیں اپنی گوناگوں تہذیب وتمدن کے ساتھ آباد ہیں، وہیں تقریباً بیس فیصد مسلمان بھی بودوباش اختیار کیے ہوئے ہیں، اور اپنے نونہالوں کو تحصیل علوم نبوت کی غرض سے ملک و بیرون ملک روانہ کرتے ہیں، زیادہ تر افراد اپنے جگرپاروں کو پڑوسی ملک ہندوستان بھیجتے ہیں، جہاں انبیا واولیا کے قدموں کی برکتوں سے علم کا سیل رواں چہار دانگ عالم کو سیراب کر رہا ہے۔

یہ طالبان علوم نبویہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے مختلف مدارس میں خود کو زیور علم سے آراستہ کرتے ہیں، اور کچھ طلبہ اسی ملک کے صوبہ یوپی میں واقع از ہر ہند جامعہ اشرفیہ میں روز وشب کی جہد مسلسل کے بعد اپنی شخصیت کو مثالی کرداروں کا آئینہ دار بناتے ہیں۔ ابتداً باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ میں نیپالی طلبہ کی تعداد بہت کم تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں قدرے اضافہ ہوا تو اس وقت کے حساس طبیعت اور شاہین صفت طلبہ نے ان کے لیے کتابوں کی فراہمی کی ضرورت محسوس کی۔ یوں ہی نسل نو تک اسلامی تعلیمات پہنچانے اور معاشرے میں پھیلی برائیوں کی اصلاح کے لیے جذبۂ صادق اور سوز دروں کا ثبوت دیتے ہوئے ایک تنظیم کے قیام کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد ﷺ کے صدقے ان کی دیرینہ آرزوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور ۲۰/ شوال المکرم

۱۴۳۰ھ مطابق ۱۰؍ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز سنیچر کو "فروغ اسلام فاؤنڈیشن" کا قیام عمل میں آیا ۔جس کے ذریعے بڑی محنت وجفاکشی اور ایثار وقربانی کے بعد طلبہ کی کتابی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔لیکن چونکہ اس تنظیم کا مقصد صرف جامعہ سطح پر ضروری امور کو انجام دینا نہیں ہے ،بلکہ اس تنظیم کا ہدف ملکی وغیر ملکی سطح پر کام کرنا بھی ہے ۔ لہٰذا اس تنظیم کے متحرک وفعال ممبران نے ۲۰۱۳ء میں نیپال سرکار سے رجسٹرڈ کرالیا تاکہ آئندہ کسی سیاسی یا غیر سیاسی پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

بحمدہ تعالیٰ اس تنظیم کی جانب سے اب تک بہت سے اہم کام انجام دیے جا چکے ہیں ۔ اور مستقبل میں بہت سے اغراض و مقاصد اپنے دامن میں لیے منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔ہم ذیل میں اس کا سرسری خاکہ پیش کر رہے ہیں:

اس تنظیم کے اغراض ومقاصد:

(۱)اسلام کا فروغ۔

(۲)ناخواندہ حضرات تک تعلیم پہنچانا۔

(۳)اصلاحی مجالس کا انعقاد اور پیغامات خدا اور سول کو عام کرنا۔

(۴)نادار طلبہ کی کفالت۔

(۵)غریب بچیوں کی شادی میں امداد۔

(۶)اہل سنت کی کتابیں/لٹریچر لوگوں تک پہنچانا۔

(۷)روزنامہ،ہفت روزہ اور ماہنامہ کی اشاعت۔

(۸)اہل سنت کی کتابوں کو نیپالی زبانوں میں منتقل کر کے لوگوں تک مفت یا کم قیمت پر پہنچانا۔

(۹)ضرورت کے وقت مسلمانوں کے لیے حکومت سے مطالبہ کرنا۔

اس تنظیم کے ذریعہ اب تک کیے گئے کام:

(۱)سیکڑوں مفید کتابوں پر مشتمل "رضا لائبریری" کا قیام۔

(۲)الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)میں ہفت روزہ ہلال (اردو)میگزین کی اشاعت۔

(۳)پندرہ روزہ "الھلال"عربی میگزین کی اشاعت۔

(۴)تعظیم نبی ﷺ نامی نئی کتاب کانیپالی زبان میں ترجمہ(غیر مطبوعہ)

(۵)عید الاضحیٰ اور دیگر موقع پر اسلامی مسائل پر مشتمل پمفلیٹ کی مفت تقسیم کرنا۔

اپیل: تمام اسلامی بھائیوں سے گزارش ہے کہ آپ اس تنظیم کے افراد کے شانہ بہ شانہ ،قدم بہ قدم ہر محاذ پر ساتھ چلیں اور ہر ممکن امداد سے نوازیں، ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

صدر:**حضرت مولانا محمد حشمت علی رضوی مصباحی(نیپال)**

ازقلم:**حضرت مولانا حافظ محمد مجاھد الاسلام مصباحی (نیپال)**

☆☆☆☆

نیپال میں ہماری کتاب یہاں سے حاصل کریں:

(۱)الجامعۃ الرضویۃ نور الاسلام، بیل بانس، سرلاہی نیپال

(۲)ملت ریڈی میڈ، محمد رحمت علی و احمد انصاری
بیل بانس، سرلاہی نیپال

(۳)مدرسہ جیلانیہ، ملنگوا،ضلع:سرلاہی، نیپال

(۱)... زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام۔

(۲)... ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔

(۳)... تضییعِ اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔

(۴)... کامیاب انسان وہ ہے جس کا لباس خستہ اور سینہ علم سے معمور ہو۔

(۵)... توکل ہی توکل ہے۔

(۶)... کامیاب انسان کی زندگی اپنانی چاہیے۔

(۷)... نماز تو در حقیقت جماعت کی نماز ہے۔

Musannifeen-e-Sahah-e-Sittah

By_ Maulana Muhammad Hashmat Ali Misbahi

Published By_
Farogh-e-Islam Foundation (Regd. 1471) Nepal